OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com/

Al-Nasr Volume 2, Issue 2 (July-September 2023)

صفتِ "کلام اللہ" سے متعلق سلف صالحین کے عقائد و نظریات: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

The Beliefs and Theories of the Salaf-e-Saliheen regarding the Attribute "*Kalām Allah*": A Study in the Light of Islamic Teachings

Muhammad Usman Bajwa

M.Phil. Islamic Thought & Civilization University of Management and Technology, Sialkot

Dr. Asjad Ali

Assistant Professor, Department: Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Dr. Abdul Aleem

Assistant Professor, Department: Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Abstract

All the religions of the world present the concept of God, but they are unable to introduce the real God. They talk about the problems of the people, but they cannot give the true knowledge of their real creator, while on the contrary, Islam is a complete religion. Akmal is religion. It contains guidance for every corner of the life of this world and the hereafter. However, since the creation of Adam, false forces have been busy trying to create confusion and doubts in the religion of God. But despite this, from the creation of Adam until now, false forces have been busy trying to create confusion and doubts in the religion of God. This is the reason why many theologians have misled people by resorting to analogies in the attributes of Allah

CC BY

Ta'ala. have tried to. One of the attributes of Allah Ta'ala is to speak. In the past and present, there are many people with false beliefs and ideas who deny the attribute of Allah, ``the attribute of speech'' and by misusing the language of philosophy and logic. People of faith try to mislead people with weak faith. In the past, our predecessors rejected this theory in a comprehensive way and exposed this false thought to people that having such a belief is against the Book and Sunnah, so this in this article, the same effort of Salaf Saliheen will be explained in the light of Quran and Hadith.
Keywords: Islam, religions, attributes, ideas, Salaf Saliheen.

تمہید

اللہ تعالیٰ کی ذات بے شمار صفاتِ باکمال سے متصف ہے انہیں صفات میں سے ایک صفت "کلام" کرنا ہے، لیکن اللہ کی اس صفت سے متعلق امت مسلمہ میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ "کلام" کرنا اللہ کی صفت نہیں ہے جبکہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ کہ "کلام" کرنا اللہ کی صفت ہے۔ سلف صالحین امت کے وہ ابتدائی اور پہلے لوگ ہیں جو انتہائی درست و سیدھی راہ پر قائم، اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے قریب ترین تھے۔ ان کی زندگیاں بعد والے لوگوں کے لیے مشعل راہ ہیں، ان میں سب سے پہلے اصحاب النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتے ہیں اور اس کے بعد تمام وہ لوگ جو منہج صحابہؓ پر دین اسلام کی ترویج میں لگے رہے۔ دین اسلام میں جب بھی باطل عقائد و نظریات رکھنے والے لوگوں نے رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ان لوگوں نے کتاب و سنت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ایسے نظریات کا بھرپور انداز میں رد کیا اور اسلامی شعائر کی حفاظت کی۔ اسی طرح جب کچھ باطل عقائد و نظریات رکھنے والے لوگوں نے اللہ کی صفت کلام کا انکار کیا اور اس میں باطل فکر کو شامل کرنے کی کوشش کی تو ان لوگوں نے اس کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ "کلام کرنا" بھی اسی طرح اللہ کی صفت ہے جسطرح دوسری صفات ہیں اور اسے اس کی ذات سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ کی صفت کلام کا معنیٰ و مفہوم

صفت کا معنیٰ و مفہوم

کسی بھی لفظ کو اس کی اصطلاح میں جاننے سے پہلے اگر لغت میں اس کے معنیٰ کو جان لیں تو اصطلاح کا معنیٰ جاننا اور بیان کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اہل لغت نے صفت کے جو معانی بیان کیے ہیں ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ صفت کا لفظ "وصف" سے نکلا ہے جس کے اہل لغت نے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ جیسے وصف۔ یصف۔ وصفاسے "وصفت الناقۃ او الفرس" گھوڑے یا اونٹ کی اچھی اور عمدہ چال چلنا۔ اسی طرح "وصف الشیء وصفاً وصفتاً" کسی چیز کی تعریف کرنا یا اس کی کوئی خوبی یا خامی بیان کرنا۔ "وصف الطیب الدواء" طیب کا دواء کا نسخہ تجویز کرنا اور اس کی مقدار بنانا۔ "وصف الخبر" کسی خبر کی حکایت بیان کرنا۔ "وصف الثوب

الجسم" کپڑوں کا تنگ یا باریک ہونے کی وجہ سے جسم کو ظاہر کرنا۔ "وصُف الغلام" لڑکے کا اس لائق ہو جانا کہ اب وہ خدمت کر سکتا ہے۔[1]

ابن منظور افریقی لفظ "صفت" کی وضاحت میں بیان کرتے ہیں کہ وصفاً اور صفۃ دونوں ہی مصدر ہیں "صفۃ" میں واو کو حذف کر کے آخر میں "ۃ" کو بڑھادیا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "وصفاً" مصدر ہے اور صفۃ "الحلیۃ" کسی چیز کا حلیہ یا حال بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا حول ہے، جیسے قرآن کریم میں فرمایا: "وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ[2]" (اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔) مطلب کفار جو اللہ کی صفت بیان کرتے ہیں اس پر ہم اللہ کی مدد مانگتے ہیں۔[3]

علم النحو کی کتابوں میں صفت اور نعت ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ جیسے آپ کہتے ہیں "نعتہ" اس نے اس کی صفت بیان کی۔ اس لیے نعت کا اطلاق صفت اور صفت کا اطلاق نعت پر ہوتا ہے۔ لہذا وصف، صفت اور نعت ہم معنیٰ ہیں۔[4]

صفت اور نعت کی تعریف بیان کرتے ہوئے محمد بن مالک کہتے ہیں: "فالنعت تابع متمم ما سبق۔ بوسمہ اوو سم ما بہ اعتلق۔[5] (نعت ایک ایسا تابع ہے جو اپنے ماقبل کو مکمل کرنے والا ہے۔ اس کا حال بیان کرنے کے لیے یا جس سے اس کا تعلق ہے اس کا حال بیان کرنے کے لیے آتا ہے)" صفت و نعت کے لغوی و نحوی معانی کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل علم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختلف صفات کو متصف کیا ہے جیسا کہ محمد بن صالح العثیمین لکھتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ کی ذات بہت سے پیارے ناموں سے موصوف اور بے شمار صفات باکمال سے متصف ہے۔ کسی ذات کا وجود بغیر صفت کے ممکن نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی ذات موجود ہو اور اس کی کوئی صفت نہ ہو۔ لہذا اللہ کی صفات کو تسلیم کیا جائے اور اگر کوئی صرف یہی مانے کہ اللہ واجب الوجود ہے جو متفق علیہ بات ہے تو یہ بھی ایک صفت ہے جو ہم ثابت کرتے ہیں۔"[6]

اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات

علماء متقدمین کے عقائد و نظریات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کی صفات کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور ان کے حق ہونے کا اعتقاد رکھا جائے اور منکرین صفات کے باطل اعتقاد کا رد اور ان کے اعتراضات کا تعاقب کیا جائے کیونکہ یہ ایمان کا حصہ ہے۔ منکرین صفات عام لوگوں میں اللہ کی صفات سے متعلق جو شبہات پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں امام طحاویؒ ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "منکرین صفات نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے انکار کو توحید کا نام دیا اور کہا کہ توحید کا مطلب ہے کہ اللہ کی ذات ایک ہے اور وہ اکیلا ہے، یکتا ہے، واحد ہے، احد ہے۔ اگر ہم یہ ثابت کریں کہ اللہ کی صفتیں ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ اللہ کی جتنی صفات ہیں اتنی ہی اللہ کی ذاتیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تعدد الصفات سے تعدد الواجب لازم آتا ہے (یعنی جتنی صفات ہوں گی اتنے ہی وجود ہوں گے)۔ لہذا توحید کا تقاضا ہے کہ اللہ کی ذات کو صفات سے مبراء جانا جائے۔"[7]

امام ابن تیمیہؒ منکرین صفات کے ان باطل عقائد و نظریات کا ذکر کرنے کے بعد ان علماء کا موقف پیش کرتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کتاب و سنت سے ثابت ہیں اس لیے ان کا انکار ممکن نہیں جو بھی شخص اس کا انکار کرے گا وہ کتاب و سنت سے تجاوز کرے گا، وہ لکھتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ کا ہر وہ وصف بیان کیا جائے گا جو کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بیان ہوا ہے۔ ان اوصاف کو بیان کرتے ہوئے تحریف، تعطیل، تکیف اور تمثیل سے مطلق بچا جائے۔[8]" امام ابن

تیمیہؒ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ علماء متقدمین اللہ کی صفات پر نہ صرف ایمان رکھتے تھے بلکہ ان صفات کا انکار کرنے والوں کو منع بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مطلقاً تسلیم کیا جائے اور ان صفات سے متعلق شبہات پیدا نہ کیے جائیں۔عقائد و نظریات سے متعلق دینِ اسلام میں مکمل رہنمائی کر دی گئی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس سے باہر نہ نکلیں جب ہمیں اللہ کی ذات اور اس کی صفات پر ایمان لانے کا حکم ہے تو پھر اس حکم کی ہی اتباع کرنی چاہیے، جیسے فرمایا: ”فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ۚ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔[9] (پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبر دار ہے۔)“ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفات بتائی ہیں ان کو من و عن قبول کیا جائے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جو صفات بتائی ہیں ان کو بھی تسلیم کیا جائے۔ بعض علماء نے ان صفات کے منکرین کو کافر تک قرار دیا ہے جیسا کہ عبد الرحمٰن بن ناصر البراک لکھتے ہیں: ”جس شخص نے قرآن میں مذکور اللہ کی کسی صفت کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ وہ اس بات کو جھٹلا رہا ہے جو اللہ نے بیان فرمائی ہے۔[10]“ مصنف کی بات میں وزن ہے کہ جو بھی اللہ صفات کا انکاری ہے وہ حقیقت میں قرآن کی ان آیات کا نکاری ہے جن میں اللہ کی صفات بیان ہوئی ہیں اور جو آیاتِ قرآنی کا انکار کرتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان تمام صفات کو بغیر تحریف، تعطیل، تکیف اور تمثیل کے تسلیم کرتے ہیں۔اور مکمل طور پر ان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ذیل میں اللہ کی صفات میں سے چند صفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔اللہ تعالی کے لیے صفت یدین

اللہ تعالی نے اپنی ذات کے لیے صفت یدین کو ثابت کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ ۭ غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَاۗءُ ۭ ۔[11] (یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندہ ہوا ہے ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جو انہوں نے کہا اس کی وجہ سے ان پر لعنت ہے بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہے جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے)“ اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن عبد السلام بن محمد متکلمین کے باطل عقائد و نظریات کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”بعض لوگ اس کا ترجمہ قبضہ، قدرت وغیرہ کرتے ہیں اور ہاتھوں کا انکار کرتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم اس کے ہاتھ مانیں تو وہ ہمارے جیسا ہو جائے گا، حالانکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ان لوگوں کی بات درست نہیں، کیونکہ یہ تو اس وقت ہو گا جب ہم کہیں کہ اس کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے ہیں، جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ ہیں مگر ہمارے جیسے نہیں، بلکہ ایسے ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہیں تو اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی، جبکہ اس کے ہاتھوں کے انکار سے کئی احادیث اور قرآن کی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ اب ہم سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا سنتا ہے تو کیا وہ ہمارے جیسا ہو گا؟ نہیں، بلکہ اس کا سننا اور دیکھنا ہماری طرح نہیں، بلکہ ایسا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔[12]“ اس بارے میں سلف صالحین کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں: ”مذھب اھل السنۃ والجماعۃ أن للہ تعالی یدین اثنتین مبسوطتین بالعطاء والنعم وھما من صفاتہ الذاتیۃ الثابتۃ لہ حقیقۃ علی الوجہ اللائق بہ۔[13] (اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ بے شک اللہ تعالی کے دو ہاتھ ہیں جو نعمتوں کو عطا کرنے میں کھلے ہیں اور وہ دونوں ہاتھ اللہ تعالی کی صفات ذاتیہ میں سے ہے جو قرآن و سنت سے ثابت شدہ ہیں اور وہ صفات یدین ایسی صفات ہیں جس طرح اللہ کی شان کے لائق ہیں۔)“

۲۔ اللہ کے چہرے کا ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''كُلُّ شَيۡءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجۡهَهُۥۚ ۔[14] (ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ)'' قرآن کریم کی اس واضح آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا چہرہ ہے۔ اب ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اس صفت کو تسلیم کریں کہ اللہ کا چہرہ ہے نہ ہم اس صفت میں تحریف کرتے ہیں کہ اس کے معنی کو اس کی حقیقت سے پھیر دیں نہ اس صفت کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ کہ اس وصف کو ذات باری تعالیٰ سے معطل کر دیں، اور نہ ہم اس صفت کی کیفیت بیان کرتے ہیں اور نہ اس صفت کو مخلوق کے چہرے جیسا کہتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے جیسے اس کی شان کو لائق ہے۔ جیسا کہ شیخ عثیمین اسلاف کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''مذهب أهل السنة والجماعة أن لله تعالى وجها حقيقيا يليق به موصوفا بالجلال والإكرام۔[15]'' (اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ بے شک اللہ تعالی کا حقیقی چہرہ ہے جس طرح اس کی جلالت اور اکرام کے لائق ہے۔)

۳۔ اللہ کی صفتِ آنکھ کا ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَأَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةٗ مِّنِّي وَلِتُصۡنَعَ عَلَىٰ عَيۡنِيٓ۔[16] (اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی، اور تاکہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پائے)'' اسی طرح سورہ طور میں فرمایا: ''وَٱصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعۡيُنِنَا۔[17] (اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کر، کیونکہ بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں)'' ان دونوں آیات میں اللہ نے اپنے لیے صفت آنکھ کا ثابت کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ کی صفات خود اللہ کے کلام سے ثابت ہیں اس لیے ان صفات کا انکار کلام اللہ کا انکار ہے۔

صفات باری تعالیٰ میں سلف صالحین کا مجمل موقف

اللہ کی صفات کے بارے میں مجمل طور پر سلف کا موقف بیان کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ لکھتے ہیں: ''فما ذكره الله تعالى في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهو له صفات بلا كيف ولا يقال إن يده قدرته أو نعمته لأن فيه إبطال الصفة۔[18] (پس اللہ تعالی نے قرآن میں اپنی صفات وجہ ید اور نفس کا جو ذکر کیا ہے وہ اللہ کی صفات ہیں اور ان کے بارے میں کیفیت کا سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی یہ کہا جائے گا کہ اس کے ید سے مراد قدرت ہے یا نعمت ہے کیونکہ ایسا کرنے میں صفات کا ابطال لازم آئے گا۔)'' قرآنی آیات اور سلف صالحین کے دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام صفاتِ باکمال کے ساتھ متصف ہے جن کا ذکر کتاب و سنت میں ہوا ہے۔

صفات باری تعالیٰ کا ثبوت نصوص کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات کے علاوہ بھی بہت سی صفات ہیں جن کا ذکر کتاب و سنت میں ہوا ہے اس لیے ہمیں ان تمام صفات کو ایسے ہی تسلیم کرنا چاہیے جیسے بیان ہوئی ہیں اور اس میں تاویلات نہیں کرنی چاہیں۔ علماء سلف کی طرح علماء خلف کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان تمام صفات کو بغیر کسی تشبیہ وتکیف کے مانا جائے۔ علماء خلف میں سے حافظ صلاح الدین یوسفؒ نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ: ''محدثین اور سلف کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی جن صفات کا ذکر قرآن وسنت میں ملتا ہے ان پر بلا کیف و تشبیہ اور بغیر تحویل و تحریف کے ایمان رکھنا ضروری ہے۔[19]'' اللہ رب العزت کی تمام صفات توقیفی ہیں عقل اور رائے کا اس میں کوئی دخل نہیں قیاس اس میں دلیل نہیں بن سکتا، دلیل صرف اور صرف قرآن وسنت کی بن سکتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَهُوَ يُدۡرِكُ ٱلۡأَبۡصَٰرَۖ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلۡخَبِيرُ۔[20] (اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ

سکتا ہے، اور وہ نہایت باریک بین خبر دار ہے۔)" انسانی دماغ اور عقل اللہ کی صفات کا ادراک نہیں کر سکتیں یہ انسان کی عقل اور بس میں نہیں، جیسا کہ فرمایا: "وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ۔[21] (اور جس بات کی تجھے خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہو گی۔)"

اس آیت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس قول و فعل کے بارے میں آپ کے پاس یقینی علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگو۔ علم وہ ہوتا ہے جس میں کسی معلوم کی معرفت بیان کی جائے، گمان کا پیچھا کرنا بالکل جائز نہیں کیونکہ گمان علم نہیں ہوتا۔ صفات کا باب وحی الٰہی پر موقوف ہے اس کے بارے میں منطق یا فلسفہ کی بنیاد پر قیاس آرائی کرنا جائز نہیں اور ایسی تمام تاویلات " وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ " کے ضمن میں آتی ہیں۔ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ صفات کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ جو بیان کر دیں اس سے تجاوز نہ کیا جائے بلکہ اس کو من و عن اسی طرح بیان کیا جائے، جیسا کہ شیخ محمد الامین الشنقیطی لکھتے ہیں کہ: "الایمان بکل ما وصف اللہ بہ نفسہ فی کتابہ لانہ لا یصف اللہ اعلم باللہ من اللہ، قال اللہ تعالیٰ: [قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَتَمَ شَهَادَةً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۔[22]] وما وصفہ بہ رسول اللہ ﷺ لانہ لا یصف اللہ بعد اللہ اعلم باللہ من رسول اللہ الذی قال فی حقہ: [وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰى ۔[23]][24] (اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے جتنے بھی اوصاف بیان کیے ہیں ان سب پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ اللہ کے اوصاف اللہ سے بہتر کوئی نہیں بیان کر سکتا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو گواہی چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ بے خبر نہیں اس سے جو تم کرتے ہو۔) اور اللہ کے ان اوصاف پر بھی ایمان لانا بھی واجب ہے جو اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے کیونکہ اللہ کے اوصاف اللہ کے بعد سب سے زیادہ اللہ کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔)" اللہ کی ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا اور انسانوں میں سے اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا لہذا اللہ کے اسماء اور صفات کے معاملے میں قرآن و سنت ہی اصل الاصول ہیں۔ البتہ عقل ان کو سمجھنے کے لیے ایک آلہ کی حیثیت رکھتی ہے اور جو عقل قرآن و سنت میں بیان کردہ اللہ کی صفات کو تسلیم نہ حقیقت میں یہ عقل ہی ناقص ہے۔ اللہ کی صفات سے متعلق معاملہ اس وقت پیچیدہ ہوتا ہے جب ہم اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں ۔ اس وقت عقل حیرت زدہ ہو جاتی ہے۔ لہذا قرآن و سنت میں مذکور صفات کو مانا جائے لیکن ان صفات کی کیفیت بیان نہیں کی جائے گی بلکہ اس معاملے میں کہا جائے گا کہ ہم ان صفات پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن کیفیت کو بیان نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ویسی ہی ہیں جیسا اس کی شان کو لائق ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے شیخ محمد بن صالح عثیمین لکھتے ہیں کہ: "فلان القول فی اسماء اللہ وصفاتہ من باب الخبر المحض الذی لا یمکن للعقل ادراک تفاصیلیہ فواجب الوقوف فیہ علی ما جاء بہ السمع ۔[25] (پس بے شک اللہ رب العزت کے اسماء و صفات میں جو گفتگو ہے وہ صرف اور صرف خبر پر منحصر ہے ان کی تفاصیل کا ادراک عقل کے لیے ممکن نہیں ہے لہذا نصوص کے آجانے کے بعد انہی پر اکتفاء کیا جائے گا۔)" اللہ تعالیٰ نے اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ اس کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات کریں۔ اللہ کی صفات کا مسئلہ عقیدے کا مسئلہ ہے اور جو عقائد میں اپنی عقل اور رائے کو شامل کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی صفات اعلیٰ اور باکمال ہیں اس کا علم وسیع ہے، اس کی قدرت لامتناہی ہے، اس کی جود و عطاء بے نظیر ہے گویا اللہ کی ذات اپنی ہر صفت میں اعلیٰ ہے جیسے فرمایا: "وَلِلّٰهِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى ؕ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔[26] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے، اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔)" حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ "الْمَثَلُ الْاَعْلٰى" کا مطلب بیان کرت ہوئے لکھتے ہیں کہ:" الْمَثَلُ الْاَعْلٰى سے مراد کمال مطلق ہے اور یہ صرف اللہ کے لیے ہے۔[27]" یہی تفسیر حافظ عبد السلام بن محمد نے بیان کی ہے کہ:" المثل صفت کے معنی میں ہے اور اللہ کی صفت تو سب سے اونچی ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں، وہ واحد ہے، احد ہے، اولاد اور والدین سے پاک ہے۔ صرف وہی تمام صفاتِ کمال، جمال اور جلال کا مستحق ہے اور وہی سب پر غالب ہے، زبردست ہے، مگر کمال درجے کا حکیم بھی ہے، وہ اپنے غلبے کو اندھے کی لاٹھی کی طرح نہیں بلکہ نہایت حکمت سے عمل میں لاتا ہے۔[28]

اللہ کی صفت کلام اور سلف صالحین کے عقائد و نظریات

سلف صالحین کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے صفت کلام سے متصف ہیں جب چاہتے ہیں، جو چاہتے ہیں اور جیسے چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی صفت کلام سے متصف تھے اور مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد بھی اس صفت سے متصف ہیں اور ہمیشہ اس صفت ست متصف رہیں گے۔ اللہ کی یہ "صفت "صفتِ قدیم ہے یعنی یہ صفت ازل سے اللہ کے ساتھ ہے لیکن اللہ کا کلام کرنا حادث (یعنی اللہ کے مشیت کے ساتھ معلق) ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا:" تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔[29] (یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمائی، اور بعضوں کے درجے بلند کیے۔)" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے جن کے ساتھ چاہتا ہے براہ راست کلام فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ سے کلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:" وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔[30]" (اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام فرمایا)۔ اگر دیکھا جائے تو دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے باطل معبودوں کے کلام نہ کرنے پر اعتراض کیا تھا اور قوم کو اس دلیل کے ساتھ لاجواب کر دیا تھا کہ جو نہ کلام کر سکے اور نہ نفع و نقصان کا مالک ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا:" قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ۔ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔[31] (کہنے لگے اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے۔ کہا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے سو ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں۔ پھر وہ اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگے بے شک تم ہی بے انصاف ہو۔ پھر انہوں نے سر نیچا کر کے کہا تو جانتا ہے کہ یہ بولا نہیں کرتے۔ کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔ میں تم سے اور جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہوں، پھر کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔)" ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور انکی قوم کا مکالمہ ذکر کیا ہے جس میں ابراہیم نے قوم کے بتوں کے ناقص ہونے کی یہ دلیل پیش کی کہ ان سے پوچھ لے اگر یہ بولتے ہیں قوم کی شرم سے سر جھک گئے اور اپنے نفسوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تم بہت بڑے ظالم ہو کہ ایسے بتوں کو تم نے اپنا رب بنالیا ہے جو بول بھی نہیں سکتے پھر جھکے ہوئے سروں کے ساتھ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ ابراہیمؑ تو جانتا ہے یہ بول نہیں سکتے ابراہیم نے ان کے بتوں کے عاجز ہونے کے بارے میں بتایا کہ یہ بول بھی نہیں سکتے اور تم ان کی عبادت کرتے ہو اسکو ر مکالمے سے یہ بات پتہ چلی جو معبود ہو وہ کلام کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور جب چاہے کلام کر سکتا ہے، جیسا کہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:" ای ان کانوا ممن

یمکنہ النطق ویقدر علی الکلام ویفھم مایقال بہ فیجیب عنہ بمایطابقہ أراد علیہ الصلاۃ والسلام أن یبین لھم أن من لا یتکلم ولا یعلم لیس بمستحق للعبادۃ ولا یصح فی العقل أن یطلق علیہ أن إلہ فاخرج الکلام مخرج التعریض لھم بما یوقعھم فی الاِعتراف بأن الجمادات التی عبدوھا لیست بآلھۃ لأنھم لا ینطقون قال لھم فکیف تعبدون من یعجز عن النطق۔[32] (مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے کلام ممکن ہے اور یہ بولنے کی طاقت رکھتے ہیں اور ان سے جو کہا جائے اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جو ان کو کہا جائے اس کے مطابق جواب دینے کی کچھ صلاحیت رکھتے ہیں ابراہیم علیہ السلام یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے کہ جو کلام نہیں کر سکتا علم نہیں رکھتا وہ عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی عقلا یہ بات درست ہے کہ اس کو معبود تصور کیا جا سکے ان سامنے کلام اس طرح پیش کیا کہ ان کو اعتراف کرنا پڑے جو جمادات ہیں کلام کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تم ان کی عبادت کیسے کر سکتے ہو۔)" قرآن کریم میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اہل النار سے کلام کرتے ہوئے فرمائیں گے: "قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔[33] (فرمائے گا اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔)" اللہ تعالی نے آدم اور حوا کو آواز دی اور ان سے کلام کیا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔[34] (اور انہیں ان کے رب نے پکارا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تمہیں کہہ نہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔)" جب موسیٰؑ اپنے رب سے ملاقات کے لیے گے تو پیچھے سے موسی علیہ السلام کی قوم نے سامری کی بات مان کر ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا اللہ تعالی نے اس بچھڑے کی معبودیت کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا: "اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔[35] (کیا پس وہ نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا، اور ان کے نقصان اور نفع کا بھی اسے اختیار نہیں۔)" جب وہ بچھڑا کلام نہیں کر سکتا کلام کا جواب نہیں دے سکتا فائدہ نہیں دے سکتا نقصان دور نہیں کر سکتا تو وہ بچھڑا معبود کیسے ہو سکتا ہے معبود تو وہ ہوتا ہے جو کلام کرنے کی قدرت رکھتا ہو لوگوں کے کلام کو سن کر ان کا جواب دے سکتا ہوں ان کی حاجات کو پورا کر سکتا ہوں فائدہ بھی دے سکتا ہوں اور نقصان کو دور بھی کر سکتا ہوں اور یہ صفات اللہ کے اندر پائی جاتی ہیں ہمارا اللہ کلام بھی کرتا ہے کلام کو سن بھی سکتا ہے اور کلام کا جواب بھی دے سکتا ہے اور لوگوں ک فائدے اور نقصان کا مالک بھی ہے۔ ابن عثیمین سلف صالحین کا کلام اللہ کے بارے میں موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اتفق أھل السنۃ والجماعۃ علی أن اللہ یتکلم وإن کلامہ صفۃ حقیقیۃ ثابتۃ لہ علی الوجہ اللائق بہ وھو سبحانہ یتکلم بحرف وصوت کیف شاء متی شاء فکلامہ صفۃ ذات باعتبار جنسہ وصفۃ فعل باعتبار آحادہ۔[36] (اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ اللہ تعالی کلام کرتے ہیں اور اللہ کا کلام کرنا اللہ کے لیے حقیقت ہے جو اس کے لئے اس طرح ثابت کی جائے گی جس طرح اس کی شان کے لائق ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالی حروف اور آواز سے کلام کرتا ہے جیسے چاہتا ہے جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے جنس کے اعتبار سے کلام اللہ اللہ کی صفت ذات ہے اور آحاد کے اعتبار سے وہ صفت فعل ہے۔)" قرآن اور حدیث اس بات سے بڑے بڑے ہیں کہ اللہ تعالی کلام کرتے ہیں جب چاہتے ہیں کرتے ہیں اور کلام اللہ حروف و آواز پر مشتمل ہے ان بے شمار دلائل اور اسلاف کے موقف کی مزید وضاحت ابن القیمؒ کا یہ قول کرتا ہے: وقد تقرر فی الکتاب والسنۃ تکرارا مطردا فی محالہ متنوعا تنوعا یمنع حملہ علی المجاز۔[37] (قرآن و سنت میں یہ بات بار بار آئی ہے اور یہ بات طے پا چکی ہے جتنی بار قرآن و سنت میں اللہ کے کلام کا ذکر ہوا ہے ان ساری باتوں کو مجاز پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی سلف صالحین کا کلام اللہ کے بارے میں موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مذھب سلف الأمۃ و أئمتھا من الصحابۃ والتابعین لھم بإحسان وسائر أئمۃ المسلمین کالأئمۃ الأربعۃ وغیرھم ما دل علیہ الکتاب والسنۃ وھو الذي یوافق الأدلۃ العقلیۃ الصریحۃ أن القرآن کلام اللہ منزل غیر مخلوق منہ بدأ وإلیہ یعود فھو المتکلم بالقرآن والتوراۃ والإنجیل وغیر ذلک من کلامہ لیس ذلک مخلوقا منفصلا عنہ وھو سبحانہ یتکلم بمشیئتہ وقدرتہ فکلامہ قائم بذاتہ لیس مخلوقا بائنا عنہ۔[38] (اس امت کے سلف صالحین جن میں سب سے پہلے صحابہ کرام اور ان صحابہ کرام کی احسان کے ساتھ پیروی کرنے والے تابعین اور مسلمانوں کے تمام ائمہ اجی سے کہ ائمہ اربعہ اور دیگر امام اس بات پر متفق ہیں یہ قرآن و سنت کے اندر جو دلائل ہیں اور جس بات کی عقل صریح موافقت کرتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی کلام کرنے والے ہیں قرآن اللہ کا کلام ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے نازل شدہ ہے مخلوق نہیں ہے اس قرآن کی ابتدا اللہ سے ہوئی اور اس کی انتہا بھی اسی کی طرف ہو گی پس اللہ کلام کرنے والے ہیں قرآن کے ساتھ تورات کے ساتھ انجیل کے ساتھ اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں سے اللہ کے کلام میں سے کچھ بھی مخلوق نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کا کلام اللہ سے جدا ہے بس اللہ سبحانہ و تعالی اپنی مشیئت اور قدرت سے کلام کرنے والے ہیں اللہ کا کلام اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے مخلوق نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کی ذات سے جدا ہے۔)'' قرآن اور حدیث کے تمام دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اور امام بخاری رحمہ اللہ کا موقع پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا موقف ابن القیم اور دیگر علماء کا موقف اس بات کی وضاحت کرتا اللہ تعالی کلام کرنے والے ہیں جب چاہتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں ان دلائل اور سلف صالحین کے موقف کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی باشعور انسان اللہ تعالی کے کلام کا انکار نہیں کر سکتا۔

اللہ کے کلمات کو شمار کرنا اور اس کا حصر کرنا ممکن نہیں

اللہ تعالی کے کلمات بے شمار ہیں ان کا احاطہ کرنا ان کو گننا ان کا شمار کرنا کسی مخلوق کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالی کی کلمات بے حد و حساب ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ''قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔[39] (کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائیں تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں)'' اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں: ''کلمات سے مراد اللہ تعالی کا علم محیط اس کی حکمتیں اور وہ دلائل و براہین ہیں جو اس کی وحدانیت پر دال ہیں انسانی آپ نے ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور دنیا بھر کے درختوں کے قلم بن جائیں اور سارے سمندر بلکہ ان کی مثل اور بھی سمندر ہوں وہ سب سیاہی میں بدل جائیں قلم گھس جائیں گے اور سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن رب کے کلمات اور اس کی حکمتیں ضبط تحریر میں نہیں آ سکے گی۔[40] ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ''تو کہہ کہ اگر سمندر بلکہ سات سمندر میرے پروردگار کی معلومات اور مقدورات کے لیے سیاہی بن جائیں اور تمام دنیا کے درخت قلم ہو جائیں اور ان سے اللہ کے کلمے یعنی اس کے معلومات اور مقدورات یعنی جن کاموں اور چیزوں پر وہ قادر ہے رکھے جائیں تو یہ سمندر ختم ہو جائے پہلے اس سے کہ میرے پروردگار کی معلومات اور مقدورات ختم ہو سکے اگرچہ ہم اس جیسی اور مدد بھی لائیں چاہے سات سمندر بھی ملا دیں۔[41]'' مولانا عبد الرحمن کیلانی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کلمات سے مراد اللہ کے کلمات عجائب قدرتیں حمد تسبیح وغیرہ ہیں۔ سمندر بہر حال محدود ہیں اور کلمات اللہ غیر محدود ہیں۔[42]'' اللہ کے کلمات بے حد و حساب ہے ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا وہ مخلوقات کے احاطہ سے باہر ہیں کیونکہ مخلوقات اللہ رب العزت کی سنہ اللہ کی

صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے اور کلمات اللہ اللہ کی صفات میں سے ہیں اسی لیے اللہ کے کلمات کے ذریعے پناہ مانگی جا سکتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ: " أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔[43] (اللہ کے نبی علیہ الصلاۃ والسلام حسن اور حسین کو ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ میں تم دونوں کو اللہ کے تمام کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے ہر نقصان دہ چیز سے اور ہر بری نظر کے عیب سے)" امام ابو داؤدؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ۔[44] (یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔)" امام خطابی اپنی کتاب علماء علم کے اندر کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول بکلمات اللہ التامہ سے استدلال کیا کرتے تھے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ سبحانہ و تعالی کا کلام ہے۔)" عبد الرحمن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں: "بكلمات الله: قيل هي القرآن وقيل أسماءه وصفاته، التامة قال الجزري إنما وصف كلام الله بالتمام لأنه لا يجوز أن يكون في شيء من كلامه نقص أو عيب كما يكون في كلام الناس۔[45] (بکلمات اللہ سے مراد قرآن ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالی کے اسماء اور صفات ہیں التامہ جزری کہتے ہیں اللہ کے کلام کو تمام کے ساتھ اس لیے موصوف کیا گیا ہے کیونکہ اللہ کے کلام میں جائز نہیں ہے کہ کسی اعتبار سے بھی نقص یا عیب ہو جس طرح لوگوں کے کلام میں ہوا کرتا ہے۔)" اللہ تعالی کے کلمات کے بارے میں بعض اسلاف کا موقف ہے جس میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے تورات بھی اللہ کا کلام ہے انجیل بھی اللہ کا کلام ہے اس کے علاوہ کتنے صحیفے نازل ہوئے ہیں وہ بھی اللہ کا کلام تھے اللہ تعالی نے اپنے فرشتوں سے کلام کیا اپنے بندوں سے کلام کیا اور قیامت والے دن اللہ تعالی لوگوں سے کلام کریں گے اللہ تعالی جنتیوں سے بھی کلام فرمائیں گے۔

کیا کلام اللہ حادث ہے یا قدیم؟:

اللہ کی تمام صفات قدیم ہیں یعنی ازل سے اللہ ان صفات سے متصف ہیں ۔ بعض نے کہا حوادث مخلوق ہے جو چیز حادث ہے وہ اللہ کی صفت نہیں ہو سکتی بلکہ وہ مخلوقات میں شامل ہوگی۔ اللہ اور اس کی صفات کے علاوہ جو بھی چیز ہے وہ حادث ہے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے اور عدم سے اسکو وجود بخشا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اللہ کی کوئی ذات حادث نہیں لیکن اللہ کی صفات افعال میں حدوث واقع ہو سکتا ہے اور اللہ کا حدث مخلوق کے حدث کے مشابہ نہیں ہے۔ اللہ کی صفات قدیم ہیں اگر ہم انکو حادث مانیں تو اس میں تین احتمال وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ صفت حادث صفت کمال ہے، جس پر یہ اعتراض آتا ہے اگر یہ صفت حادث صفت کمال ہے تو اس صفت سے پہلے اللہ کی ذات متصف نہ تھی جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ہر صفت کمال سے متصف ہیں اگر کسی وقت میں اللہ اس سے متصف نہ تھے تو اللہ کی الوہیت میں نقص لازم آتا ہے جو بعد میں کمال میں تبدیل ہوا اور یہ بات عقلا اور شرعا درست نہیں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ آتا ہے کی وہ صفت حادث صفت نقص ہے تو اسکی وضاحت یہ ہے کہ اللہ ہر نقص و عیب سے مبرا ہیں۔

۳۔ تیسرا احتمال یہ آیا ہے کہ وہ صفت ناصفت کمال ہے اور نہ ہی صفت نقص ہے اس پر یوں کہا جائے گا جب وہ کمال نہیں تو اس سے متصف ہونا کمال نہیں تو تو اللہ کی طرف اس صفت کی نسبت کی ضرورت نہیں۔

اللہ کی صفات حادث نہیں لیکن بعض صفات کا صدور حادث ضرور ہے۔ "من صفات الله تعالى أنه متكلم بكلام قديم يسمعه منه من شاء من خلقه۔[46] " اللہ تعالی کی صفتوں میں سے ایک صفت کلام بھی ہے جو کہ صفت قدیم ہے اللہ جسے چاہتے ہیں اپنی مخلوق

میں سے اپنا کلام سناتے ہیں۔ ان عبارات سے یہ تو واضح ہوا کہ کلام اللہ کی صفت قدیم ہے۔ اس کی مزید وضاحت یوں ہے کہ اللہ کی صفت کلام اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور مشیت سے ہمیشہ سے کلام کرنے والے ہیں یہ صفت ازل سے اللہ کے ساتھ ہے اور ہمیشہ اللہ اس صفت سے متصف رہیں گے۔ ابن قدامہ کی مذکورہ عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے ابن العثیمین فرماتے ہیں کہ: "کلام اللہ تعالی قدیم النوع حادث الآحاد و معنی قدیم النوع إن اللہ لم یزل ولا یزال متکلما لیس الکلام حادثا منہ بعد ان لم یکن و معنی حادث الآحاد أن أحاد کلامہ ای کلام المعین المخصوص حادث لأنہ متعلق بمشیئتہ متی شاء تکلم بما شاء کیف شاء۔[47] (اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم النوع اور حادث الآحاد ہے، اور قدیم النوع کا مطلب کہ ازل سے ابد تک ہمیشہ اللہ تعالیٰ صفت کلام سے متصف ہیں کبھی یہ صفت اللہ سے الگ نہیں ہوئی کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ اللہ اس صفت سے متصف نہ ہوں. اور حادث الآحاد کا مطلب ہے کہ اللہ کے کلام کی جزئیات یعنی معین اور مخصوص کلام ہے وہ حادث ہے کیونکہ یہ اللہ کی مشیئت سے معلق ہے کہ اللہ جب چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں جیسے چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں۔)

اسلاف اللہ کی تمام صفتوں کو قدیم کہتے ہیں کی اللہ کے ساتھ قائم ہیں صفت کلام کو بھی انہوں نے قدیم کہا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کلام معین اور قرآن بھی قدیم ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی صفت کلام قدیم ہے اور اس کا کلام اس کی صفت ہے نہ کہ مخلوق ہے قرآن بھی کلام ہے جسے اللہ نے اپنی مشیئت سے کلام کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اپنی مشیئت اور ارادے سے کلام نہیں کرتے اللہ کا کلام اس کی ذات سے متصف ہے اس سے لازم ہے جس طرح صفت حیات اللہ کی ذات کے ساتھ ہے اور اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ کلام اللہ کو مخلوق کے کلام پر قیاس کرتے ہیں. وہ کہتے ہیں کہ کلام میں سے کچھ بھی حادث نہیں ہو سکتا۔ لیکن قرآن کریم نے اس بات کو واضح انداز میں سمجھایا ہے کہ: " كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ۔[48]" (ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہے۔) اللہ تعالیٰ کے کلام معین کے حادث ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ کلام الٰہی اللہ کی قدرت اور مشیئت پر منحصر ہے. اللہ جب ارادہ کرتے ہیں کلام فرماتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "لم یزل اللہ متکلما کیف شاء بلا تکییف _ وفی لفظ _ إذا شاء۔[49] (اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے، جیسے چاہتا ہے کلام کرتا ہے، اللہ کے کلام کرنے کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی، اور اللہ جب چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں۔)" علامہ ابن القیم اتباع الرسل اسلاف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قالوا: و الكلام الحقيقي هو الذي يوجد بقدرة المتكلم و إرادته قائما به لايعقل غير هذا، فأما ما كان موجودا بدون قدرته و مشيئته و إن سمع منه فإنه ليس بكلام له، و إنما هو مخلوق خلقه الله فيه، فلو كان ما قام بالرب تعالى من الكلام غير متعلق بمشيئته بل يتكلم بغير اختياره لم يكن هذا هو الكلام المعهود، بل هذا شيئ آخر ما يعرفه العقل و يشهد به الشرع۔[50] (وہ کہتے ہیں: کلام حقیقی وہی ہے جو متکلم کی قدرت سے وجود میں آئے اور اس کے ارادے سے قائم ہو، کلام کا اس کے علاوہ کوئی اور تصور نہیں، اور جو متکلم کی قدرت اور مشیئت کے بغیر وجود میں آئے اور اس سے سنا جائے وہ کلام نہیں بلکہ وہ تو مخلوق ہو گی جس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اور اگر کوئی ایسا کلام ہو جو رب تعالیٰ کی مشیئت کے ساتھ متعلق نہ ہو اور وہ اس کے اختیار میں نہ ہو وہ کلام معہود نہیں بلکہ کچھ اور شئ ہے جس کو نہ عقل جانتی ہے اور نہ ہی شریعت نے اس کا تعارف کروایا ہے۔) اور مزید فرماتے ہیں: " و قد دل القرآن و صریح السنۃ والمعقول وکلام السلف علی أن اللہ سبحانہ وتعالی یتکلم بمشیئتہ۔[51] (قرآن، صریح سنت، عقل اور اسلاف کے اقوال سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت سے کلام کرنے والے ہیں۔)" کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ کا کلام

اللہ کے ارادے سے نہیں کلام کرنا اللہ کی صفت لازمہ ہے اس میں اللہ کی مشیئت اور قدرت کا عمل دخل نہیں. ان دعوے داروں میں سر فہرست ابن کلاب کا نام ہے۔ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے اس گروہ کا بس یہی فلسفہ ہے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ اللہ کا کلام کرنا اللہ کی مشیئت پر ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ یہ صفت حادث ہے اور حادث مخلوق ہے اور اللہ اس سے مبرا ہے وگرنہ نصوص اس باب میں واضح ہیں کہ اللہ کا کلام مشیئت الہی کے ساتھ ہے۔" إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔[52] (ہم جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہم اسے کہہ دیں کہ ہو جا پھر ہو جاتا ہے۔)" اگر اذا کو شرطیہ قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ اللہ رب العزت نے اپنے قول کو اپنے اس ارادے سے معلق کیا ہے جو مستقبل میں کسی کام کے کرنے پر دلالت کر رہا ہے اور اللہ کا لفظ کن کہنا ارادے کے بعد ہو گا پہلے ارادہ ثابت ہو گا پھر اللہ کا قول ثابت ہو گا لہذا قول کا ارادے کے بعد واقع ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ کا قول مشیئت الہی اور قدرت الہی سے ہے. ساتھ یہ بات بھی اس آیت سے عیاں ہے کہ کلام الہی جب ارادہ خداوندی پر منحصر ہے تو اللہ کا یہ کلام حادث ہوا۔ اور اگر اذا کو ظرف تصور کیا جائے تو معنی ہو گا اللہ جب مستقبل میں کسی امر کا ارادہ کرتے ہیں تو لفظ کن فرماتے ہیں جب بات مستقبل کی آئی تو یہ بھی اسکے حادث ہونے پر واضح طور پر دال ہے۔

کلام اللہ حروف اور اصوات پر مشتمل ہے

کوئی بھی کلام حروف و الفاظ اور آواز و ندا پر مشتمل ہوتا ہے. ان کے بغیر کسی کلام کے وجود کا تصور بھی ممکن نہیں. اللہ رب العزت کا کلام بھی حروف و اصوات پر مشتمل ہے ایک بار امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ:"عمن زعم أن اللہ لم یتکلم بصوت قال بلی تکلم بصوت۔[53] (امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کیا اللہ رب العالمین صوت و آواز سے کلام کرتے ہیں تو امام صاحب نے جوابا فرمایا: کیوں نہیں اللہ کے کلام کی آواز ہے۔)" علامہ ابن القیمؒ اللہ کی صوت کے دلائل دینے کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ:"فھذان إماما أھل السنۃ علی الإطلاق: أحمد بن حنبل والبخاري، وكل أھل السنۃ والحديث علی قولھما، وقد صرح بذلک وحكاه إجماعا حرب بن اسماعیل صاحب أحمد وإسحاق، وصرح بہ خشيش بن أصرم النسائي، ومحمد بن حاتم المصيصي، وعبد اللہ بن الإمام أحمد، وأبو داود السجستاني، وابنہ أبو بكر۔[54] (احمد اور بخاری یہ دو امام مطلق طور پر اہل سنت کے امام ہیں، اور تمام اہل سنت اور اہل حدیث ان کے موقف پر ہیں، حرب بن اسماعیل جو امام احمد اور امام اسحاق کے رفقاء میں سے ہیں انہوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے، خشیش بن اصرم النسائی نے اس کو بیان کیا ہے، محمد بن حاتم المصیصی، عبد اللہ بن امام احمد، امام ابو داود، اور ان کے بیٹے ابو بکر کا بھی یہی موقف ہے۔)" اللہ کے کلام کی صوت ہے اس کی دلیل قرآن کی اس آیت میں موجود ہے فرمایا:"حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔[55] (یہاں تک کہ جب ان کے دل سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا، وہ کہتے ہیں سچی بات فرمائی، اور وہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔)" اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:" إِذَا قَضَى اللَّهُ الأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ ۔[56] (جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ کے کلام کے رعب کی وجہ سے اپنے پرو کو پھڑ پھڑاتے ہیں لوہے کی زنجیر پتھر کی چٹان پر لگنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس وحی کی آواز بھی ایسی ہے۔)" اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:"لما أوحی الجبار جل جلالہ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعا الرسول من الملائکۃ لیبعثہ بالوحي فسمعت الملائکۃ صوت الجبار یتکلم بالوحي۔[57] (جب اللہ جبار محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف

وحی کرتے ہیں تو فرشتوں میں سے پیغام لے کر جانے والے جبریل کو بلاتے ہیں تاکہ جبریل کو وحی دے کر مبعوث کیا جائے تو فرشتے اللہ کی آواز سنتے ہیں کہ اللہ وحی کے ذریعے کلام کرتے ہیں۔)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - أَوْ قَالَ: الْعِبَادُ - عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا". قَالَ: قُلْنَا: وَمَا بُهْمًا؟ قَالَ: "لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ، كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ۔[58] (لوگوں کو قیامت کے دن اکٹھا کیا جائے گا یا فرمایا: بندوں کو اس حال میں کہ وہ ننگے بدن، بغیر ختنے اور مال کے: راوی حدیث فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ "بُهْمًا" کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہو گا۔ پھر اللہ انہیں آواز دے کر پکاریں گے۔ اس آواز کو دور والا شخص بھی اسی طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا۔)" اللہ تعالیٰ قیامت والے دن آدم کو آواز دے گا۔ اللہ کے کلام کیلئے الگ سے صوت ثابت کرنے کی اتنی حاجت نہیں کیونکہ کلام کی صوت بھی ہو گی اس کے حروف بھی ہوں گے وگرنہ اسے ہم کلام کہہ ہی نہیں سکتے ہم دنیا میں اسے ہی کلام جانتے ہیں جو حروف اصوات سے مرکب ہو۔ ہم نے اللہ کا کلام قرآن کریم، تورات، انجیل کی شکل میں پایا اور وہ حروف، الفاظ اور جملوں سے مرکب ہے. جب قرآن مجید کو بحیثیت کلام دیکھیں تو کوئی فہم وفراست والا انسان اس کلام کے حروف و الفاظ کا انکار نہیں کر سکتا۔

قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو جبریل کے واسطے سے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل کیا گیا. جس کی ابتداء سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے. جو مصاحف میں دو جلدوں کے درمیان جمع کیا گیا اور اس کی تلاوت باعث عبادت ہے۔ قرآن وسنت کی بنیاد پر ہمارے اسلاف نے یہ بات ثابت کی ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہی نہیں بلکہ اللہ کا کلام بھی ہے۔ کلام کرنا اللہ کی صفت ہے تو کیا مانع ہے کہ ہم قرآن کو کلام الہی تسلیم نہ کریں۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کتاب اللہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "كان عكرمة بن ابي جهل يأخذ المصحف فيضعه على وجهه ويقول: كلام ربي كلام ربي۔[59] (عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل مصحف کو پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھتے اور کہتے جاتے یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے۔ وہ قرآن کو اللہ کا کلام کہا کرتے تھے۔)" فروہ بن نوفل الأشجعی بیان کرتے ہیں: "كنت جارا لخباب، فخرجنا يوما من المسجد وهو آخذ بيدي، فقال: ياهناه، تقرب الى الله عزوجل ما استطعت، فإنك لن تقرب إليه بشيء أحب إليه من كلامه يعني القرآن ۔[60] (میں صحابی رسول خباب بن ارت کا ہمسایہ تھا ایک دن ہم مسجد سے ایک ساتھ نکلے اور خباب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، کہنے لگے میری بات غور سے سنو! جس قدر ممکن ہو اللہ کی قربت حاصل کرو، اور جتنے مرضی جتن کر لو اللہ کے کلام کے ذریعے تم جتنے اللہ کے قریب ہو سکتے ہو کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتے. اور کلام الہی سے انکی مراد قرآن تھا۔)" حضرت عائشہؓ قرآن کو کلام کہتے ہوئے بیان کرتی ہیں: "والله ماظننت ينزل في شأني وحيا يتلى، وأنا أحقر في نفسي من أن يتكلم الله بالقرآن في أمري۔[61] (اللہ کی قسم میں خیال بھی نہیں کرتی تھی کہ اللہ میرے بارے میں وحی نازل کریں گے جس کی تلاوت ہوا کرے گی، میں اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں قرآن کی آیات کے ذریعے کلام کریں گے۔)" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اہل مکہ سے روم اور فارس کی لڑائی کے بارے میں مکالمہ ہوا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ روم فارس پر غالب آجائیں گے تو ان دنوں روم پر فارس غالب آگئے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ (الم غلبت الروم) آپ قریش کے پاس آئے اور ان پر یہ آیات پڑھ کر سنائیں تو قریش نے پوچھا کیا یہ آپ کا کلام ہے یا آپ کے صاحب کا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا: "ليس بكلامي ولا كلام صاحبي ولكنه كلام ربي۔[62]" (نہ یہ میرا کلام ہے اور نہ ہی میرے صاحب کا کلام ہے بلکہ یہ میرے رب کا کلام

ہے۔)۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے: "القرآن کلام اللہ۔[63]" (قرآن اللہ کا کلام ہے۔)۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رؓ نے فرمایا: "القرآن کلام اللہ فمن ردمنہ شیئا فإنما یرد علی اللہ۔[64]" (قرآن اللہ کا کلام ہے جس نے قرآن کا رد کیا گویا وہ اللہ کا انکار کر رہا ہے۔)۔ امام مہدی بن عبد الرحمنؒ کہتے ہیں: "لو کان لي من الأمر شيء: لقمت علی الجسر فلا یمر بي أحد إلا سألته عن القرآن، فإن قال: إنه مخلوق؛ ضربت رأسه، ورمیت به الماء۔[65] (اگر میں حکومت کے کسی عہدے پر ہوتا تو میں شہر کے پل پر کھڑا ہو جاتا اور جو بھی پل سے گزرتا میں اس سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا اور اگر وہ کہتا کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے تو میں اس کی گردن اڑا دیتا اور اسے پانی میں پھینک دیتا۔) سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَاِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اسۡتَجَارَكَ فَاَجِرۡهُ حَتّٰى يَسۡمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبۡلِغۡهُ مَاۡمَنَهٗ‌ ؕ ذٰ لِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ۔[66] (اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگ بے سمجھ ہیں۔)" اللہ کے رسول ﷺ حج کے موقع پر لوگوں سے فرمایا: "أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ؛ فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي۔[67] (ہے کوئی شخص جو مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے کیونکہ قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔)" حضورِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ کے کلام کو سب سے اچھا کلام کہا ہے: "أحسن الکلام کلام اللہ۔[68] (تمام کلاموں میں سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے۔) اس حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو اللہ کا کلام قرار دیا بلکہ کہا کہ سب سے اعلیٰ سب سے افضل کلام اللہ کا کلام ہے جس طرح مخلوق کے مقابلے خالق کی فضیلت ہے اسی طرح اللہ کے کلام کی فضیلت ہے۔

خلاصۂ بحث

اللہ رب العزت کا کلام قدیم نوع اور حادث الآحاد ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ رب العزت ازل سے اس صفت (کلام) سے متصف ہے کبھی ایسا نہیں تھا کہ اللہ رب العزت اس صفت (کلام) سے متصف نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں یہ کلام اللہ رب العزت کی مشیت اور ارادے کے ساتھ معلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف الفاظ جملوں اور سورتوں آیات اور صوت پر مشتمل ہے کوئی بھی کلام ہے اس کے اس کے حروف ہوتے ہیں الفاظ ہوتے ہیں جملوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اللہ کا کلام بھی حروف سورتوں اور آیات پر مشتمل ہے قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور جب ہم اس کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم اللہ کے قرآن مجید کو اس حالت میں باتیں ہیں کہ اس کے حروف بھی ہیں الفاظ بھی ہیں لہذا یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اس کے حروف بھی ہیں اور الفاظ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا کلام جبرائیل امین کے ذریعے اپنے انبیاء تک پہنچاتے ہیں انبیاء اور اللہ رب العزت کے درمیان جبرائیل ایک واسطہ ہے تمام انبیاء پر وحی اسی صورت میں نازل ہوئی لیکن اللہ رب العزت نے موسیٰ کو جبل طور پر بلا کر بلا واسطہ کلام کیا اور یہی عقیدہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔

References

[1]Abrahim Anees, Abd-Al-Haleem Muntasir, Al- Muajam Al-Waseet, (Al-Qahairah, Misar: Maktab Al-Sharooq Al-Daoliah,2004), P:1036

[2]Al-Qur'ān 17:112

[3] Al-Afriqui, Ibn-E-Manzoor Jamal Al-Din Muhammad Bin Mukarram Al-Misri, Lisan Al-Arab, (Beirut: Dar Sadar,2009), Vol:6, P:272.

[4] Muhammad ibn Salih al-Uthaymin, Sharah Al-Aajroomiah, (Madinah Al-Munawwarah), p:297
[5]Ibn Malik, Muhammad Bin Abdullah Al-undlasi, Alfia, (Labnan, Bairut: Al-Maktab Al-Sabeenah,1888), P: 34
[6] Muhammad ibn Salih al-Uthaymin, Sharh al-Aqeedat Al-Waasittiyah, (Maktab Dar ibn Al-Jauzi,2012), p:49
[7]Abu Ja'far Ahmad al -Ṭaḥāwī, al-ʿAqīdah aṭ-Ṭaḥāwīyyah, (Al-Riaz Al-Saudia: Moassisah Al-Resalah,2013), Vol: 1, P: 140
[8] Ibn Taymiyya, Taqī ad-Dīn ʾAḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm ibn ʿAbd al-Salām al-Numayrī al-Ḥarrānī, Sharh al-Aqeedah al-Asfahaaniyyah, (al-Riaz, Al-Saudiah: Dar Kanuz Ashbilia,2004), p:53
[9] Al-Qur'ān 64:8
[10]Abd Al-Rahman Bin Nasir, Al-Burak, Sharah Al-Resalah Al-Hamowiah, (Al-Saudiah: Dar Al-Noor,2004), P:51
[11] Al-Qur'ān 5:64
[12] Abd-Al-Salam Bin Muhammad, Tafseer Al- Qur'ān Al-Kareem, (Lahore: Dar-Al-Undlas,2010), Vol:1, P:488
[13]Muhammad ibn Salih al-Uthaymin, Fath Rabb Al-bariah Betalkhees Al-hamowiah, (Al-Saudiah: Maktab Dar ibn Al-Jauzi,2005), p:59
[14] Al-Qur'ān 28:88
[15]Muhammad ibn Salih al-Uthaymin, Fath Rabb Al-bariah Betalkhees Al-hamowiah, p:57
[16] Al-Qur'ān 39:20
[17] Al-Qur'ān 52:48
[18]Abū Ḥanīfa, Nuʿmān ibn Thābit ibn Zūṭā ibn Marzubān, Al-Fiqh Akbar, (Labnan, Bairut: Dar Al-Kutab Al-Ilmiah,2007), p:66
[19] Hafiz, Ṣalāḥ ad-Dīn Yūsuf, Ahsan Al-biyan, (Al-Madinah Al-Munawwarah, Al-Saudiah, Shah Fahad Al-Qur'ān Al-Kareem,2004), P:742
[20] Al-Qur'ān 6:103
[21] Al-Qur'ān 17:36
[22] Al-Qur'ān 2:140
[23] Al-Qur'ān 53:3-4
[24] Al-Shanqītī, Muhammad Al-Ameen, Sifātullah fī zao Al- Qur'ān wa Al-rad ala Al-Mukhalīfīn, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2006), p:25
[25]Muhammad ibn Salih al-Uthaymin, Taqrīb Al-Tadmiriah, (Saudiah: Muasesah Muhammad ibn Salih al-Uthaymin Al-Khabria, 2014), p:15
[26]Al-Qur'ān 16:60
[27]Hafiz, Ṣalāḥ ad-Dīn Yūsuf, Ahsan Al-biyan, P:742
[28]Abd-Al-Salam Bin Muhammad, Tafseer Al- Qur'ān Al-Kareem, Vol:3, P:493
[29] Al-Qur'ān 2:253
[30] Al-Qur'ān 4:164
[31] Al-Qur'ān 21:62-67
[32] Al-Shawkānī, Muḥammad ibn Ali ibn Muḥammad ibn Abd Allah, Fath Al-Qadīr, (Labnan, Bairut: Dar Ibn Hazam,2005), Vol:3, P: 566
[33] Al-Qur'ān 23:108
[34]Al-Qur'ān 7:22
[35] Al-Qur'ān 20:89

[36] Muhammad ibn Salih al-Uthaymin, Fath Rabb Al-bariah Betalkhees Al-hamowiah, p:65
[37] Ibn al-Qayyim, Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr ibn Ayyūb al-Zurʿī l-Dimashqī l-Ḥanbalī, Sawa'iq Al-Mursalah 'Ala Al-Jahmiyah Wa Al-Mu'atilah, (Al-Qahirah, Misar: Dar ibn Al-jaoziah,2012), p:842
[38] Ibn Taymiyya, Taqī ad-Dīn ʾAḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm ibn ʿAbd al-Salām al-Numayrī al-Ḥarrānī, Majmu al-Fatawa al-Kubra, (Al-Qahirah, Misar: Dar Al-Safwah,2007), Vol:7, P;886
[39]Al-Qur'ān 18:109
[40] Hafiz, Ṣalāḥ ad-Dīn Yūsuf, Ahsan Al-biyan, P:831
[41] Abul Wafā Sanaullah Amritsari, Tafsir-e-Sanai, (Lāhore: Maktab Ashab Al-Hadith,2007), Vol: 2, P: 873
[42] Atīq Al-Rahman Kilanī, Tiseer Al-Qur'ān, (Lāhore: Islamic press, 1997), p: 315
[43] Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ash 'ath ibn Isḥāq al-Azdī al-Sijistānī, Al-Sunan, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 1998), Hadīth:4737
[44] Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ash 'ath ibn Isḥāq al-Azdī al-Sijistānī, Al-Sunan, Hadīth:4737
[45] Abdur-Rahman Mubarakpurī, Tuhfat Al-Ahwadhī, (Qahirah, Misar: Shirkah Al-Qudas, 32009), Vol: 5, p: 37
[46] Ibn Qudāmah al-Maqdisī Muwaffaq al-Dīn Abū Muḥammad ʿAbd Allāh bin Aḥmad, Lum`at ul-I`tiqād, (Bairut:), p: 15
[47] SHARH LUM'ATUL-I'TIQAAD, p:74
[48] Al-Qur'ān 55:29
[49] Al-Namrī, Ahmad Bin Hamdān, Nihayah Al-Mubtadeaeen Fi Asool Al-Din, (Al-Riaz, Al-Saudiah:2004), p: 26
[50] Ibn al-Qayyim, Sawa'iq Al-Mursalah 'Ala Al-Jahmiyah Wa Al-Mu'atilah, p:854
[51]Ibn al-Qayyim, Sawa'iq Al-Mursalah 'Ala Al-Jahmiyah Wa Al-Mu'atilah, p:855
[52] Al-Qur'ān 16:40
[53] Ibn Taymiyya, Sharh al-Aqeedah al-Asfahaaniyyah, p:53
[54] Ibn al-Qayyim, Sawa'iq Al-Mursalah 'Ala Al-Jahmiyah Wa Al-Mu'atilah, p:846
[55]Al-Qur'ān 34:23
[56] Muḥammad b. Ismā, īl al-Bukhārī, al-jāmi 'al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 1998), Hadīth:4800
[57] Al-Shawkānī, Fath Al-Qadīr, Vol:4, P: 430
[58] Aḥmad ibn Ḥanbal al-Dhuhlī, Musnad Ahmad, Hadīth:16042
[59]Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:92
[60] Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:93
[61]Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:95
[62]Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:97
[63] Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:99
[64]Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:100
[65] Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:47
[66] Al-Qur'ān 6:9
[67] Abū Dāwūd, al-Sunan, Hadīth:4734
[68] Abdullad Bin Ahmad, Kitab Al-Sunnah, Hadīth:102